مثنوی فروغ

دار العلوم دیوبند کی قدیم منظوم تاریخ

مولوی سید محبوب رضوی صاحب۔ دیوبند

مثنوی فروغ دار العلوم دیوبند کی ایک قدیم منظوم تاریخ ہے، یہ مثنوی دار العلوم دیوبند اور اکابر دار العلوم کے ابتدائی حالات کا دلچسپ مرقع ہے اور چشم دید شہادت ہونے کی وجہ سے مستند مآخذ اور ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، مثنوی فروغ اس وقت لکھی گئی تھی، جب دار العلوم دیوبند اپنی عمر کی دوسری دہائی سے گذر رہا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ دار العلوم دیوبند "مدرسہ اسلامیہ عربی دیوبند" کے نام سے موسوم تھا، مگر اس "عالمِ طفلی" ہی میں اس کی غیر معمولی مقبولیت اور شہرت و عظمت سے یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ یہ نوخیز پودا بہت جلد ایک تناور درخت بننے والا ہے۔ ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی   می تافت ستارۂ بلندی

معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مثنوی نے ان آثار کو پوری فراست اور دور بینی سے محسوس کر لیا تھا انھوں نے اس کی پیش گوئی اس طرح کی ہے ؎

مدرسہ دیوبن[1] کا ہے اب لاجواب   اور ابھی آیا نہیں اس پر شباب

---

[1] مثنوی فروغ میں دیوبن اور دیوبند دونوں طرح نظم کیا گیا ہے، عوام تو عام طور پر دیوبن ہی بولتے ہیں مگر کبھی کبھی اہل قلم بھی دیوبند کے بجائے ضرورت شعری سے دیوبن نظم کرتے ہیں مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ ماجد مولانا شبیر احمد عثمانی (رح) نے اپنے ایک شعر میں دیوبن ہی لکھا ہے۔ شعر یہ ہے ؎

ہے یہ دار العلوم شاہا یادگار مسلمین   کہ رہے دیوبن سا جس سے [illegible]

عالم طفلی میں ہے یہ پڑا بھی دیکھنا اس کو جوانی میں کبھی
مٹ گئیں سب جہل و بدعت کی رسوم دیوبند، اب ہوگیا دارالعلوم

مثنوی فروغ سے دارالعلوم دیوبند کے درس و تدریس، تعلیم و تعلم کی کیفیت، اس کی شہرت و مرکزیت دارالعلوم کے اساتذہ کا علمی تبحر اس کے بزرگوں کے علم و فضل ذاتی زہد و تقویٰ کے علاوہ عام مسلمانوں کے دلوں میں ان کی قدر و منزلت اور دارالعلوم کی نسبت جو تصورات قائم تھے ان کا ایک ایسا نقشہ سامنے آتا ہے جو کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔

قیام دارالعلوم کے ابتدائی زمانے ہی میں جہاں دیوبند کے اطراف و جوانب کے علاوہ ملک کے دور دراز خطوں سے طالبانِ علم آنے شروع ہوگئے تھے، وہیں دارالعلوم دیوبند کی مالی امداد و اعانت کرنے والوں میں دور دراز مقامات کے اہلِ خیر کے شامل ہو جانے سے دارالعلوم دیوبند کو علمی اور تعلیمی لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔

مثنوی فروغ کی وجہ تصنیف — مصنف نے مثنوی فروغ کی وجہ تصنیف بتاتے ہوئے لکھا ہے: ؎

اور اطراف و جوانب میں ہیں جو استعانت مال سے کرتے ہیں وہ
غیر ملکوں کے بہت سے دیندار جان و مال سے اس کے ہیں خدمت گذار
چاہتا ہوں میں بھی کچھ خدمت کروں زر نہ ہونے سے مگر مجبور رہوں
اس سبب سے میں نے اے عالی جناب مدح لکھی تاکہ حاصل ہو ثواب
سب تو دیتے ہیں وہاں مالِ کثیر پاس میرے ہے یہ تحریر حقیر

(بقیہ صفحہ ۴۳ کا) مولانا فضل الرحمٰنؒ کی ایک مثنوی کا تاریخی نام "قصۂ غم دیمن" ہے" تفصیل کے لئے تاریخ دیوبند سے مراجعت کی جائے۔

گو نہیں مجھ کو سخن میں کچھ شعور
شاعری سے ہوں نہیں صد ہا کوس دور

اس کو لکھا ہے مگر بہر ثواب
نظم ہے، اہل کہو یا لاجواب

مثنوی فروغ میں دار العلوم دیوبند کے حالات کے علاوہ بزرگان دار العلوم میں شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ، قاسم العلوم محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ، حضرت مولانا سید احمد دہلویؒ اور دوسرے اراکین دار العلوم کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں، مناقب کے ضمن میں کچھ ایسی باتیں بھی آگئی ہیں جن سے ان حضرات کے ایسے حالات معلوم ہوتے ہیں جن کا علم اب تک نہ تھا۔

یہ مثنوی دار العلوم دیوبند کی سب سے زیادہ قدیم منظوم تاریخ ہے، سالانہ روداد وں کے علاوہ اس زمانہ کی اور کوئی تاریخ موجود نہیں ہے۔ مثنوی فروغ ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء میں مطبع نظامی[1] کانپور میں چھپی ہے۔ مگر مطبوعہ ہونے کے باوجود نایاب ہے۔ اس کا نسخہ شاذ و نادر ہی کہیں ملتا ہے، دار العلوم کے کتب خانہ میں اس کا صرف ایک ہی نسخہ ہے جو بہت ہی بوسیدہ ہو چکا ہے، ادب اردو کی فہرست میں یہ نسخہ نمبر ۵۳۷/۶۹ و ۸۸ پر درج ہے،

---

[1] ہندوستان میں ابتداً جو مطابع قائم ہوئے ان میں مطبع نظامی کانپور بھی تھا، یہ مطبع ۱۸۵۴ء ۱۲۷۱ھ میں عبد الرحمٰن خاں شاکر نے قائم کیا تھا، مطبع نظامی نے اپنے دور میں کتابوں کے چھاپنے کا بڑا کام کیا ہے۔ جب دار العلوم قائم ہوا تو مطبع نظامی کانپور نے اپنی مطبوعات سے دار العلوم کی بڑی مدد کی تھی، دار العلوم دیوبند کی ابتدائی رودادوں میں تفصیل سے ان کا ذکر ملتا ہے، مطبع نظامی کی بہت سی کتابیں دار العلوم دیوبند کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

عبد الرحمٰن خاں شاکر کا ایک فارسی قطعہ تاریخ وفات جو انہوں نے حضرت مولانا احمد علی محدثؒ سہارنپوری اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی وفات پر لکھا ہے مثنوی فروغ کے آخر میں درج ہے، قطعہ تاریخ یہ ہے۔ سنہ

آہ قاسم علی فقیہ زماں
عاشق حضرت شفیع امم

پنجشنبہ جمادی الاولیٰ
بچہارم روانہ شد بارم

مثنوی فروغ کے آخری اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ تصنیف کے کئی سال بعد چھپنے کی نوبت آئی، لکھا ہے۔

میں نے پالی[1] میں یہ لکھ کر مثنوی | شوقِ دل سے آرزوئے طبع کی
پیر و مرشد نے کیا جب انتقال | روح کو میری ہوا صدمہ کمال
طبع ہونا کیسا اور کیسی کتاب | محو دل سے ہوگیا آرام و خواب

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ میرے ایک کرم فرما منشی محمد شاہ میر خاں متوطن جلال آباد نے جو یہاں ریاست میں مقیم ہیں مثنوی کے طبع کرنے کے لئے اصرار کیا اور خود ہی مطبع نظامی کو توجہ دلائی، لکھا ہے۔

پھر انہوں نے از رہِ لطف و کرم | خط کیا مطبع نظامی کو رقم
اس کے چھپنے کے لئے واں کو لکھا | آخرش بر آیا دل کا مدعا
ان کے الطاف و توجہ سے چھپی | نذر کرتا ہوں اسے احباب کی

مثنوی فروغ دارالعلوم دیوبند کے علاوہ جامع مسجد کی تعمیر کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں، یہ مثنوی کم و بیش ۷۰۰ اشعار پر مشتمل ہے۔

(بقیہ صفحہ ۴۵ کا)

بار احمد علی وحید العصر | حامئ شرع سید عالم
در ہمیں ماہ و روزِ شنبہ بود | بششم در جہاں نہاد قدم
ایں دو علامۂ زماں بودند | حاجی و فقہ داں فرشتہ شیم
در غم ایں دو مہر شرعِ رسول | شد بروئے زمیں بپا ماتم
کلک شاکر نوشت ایں تاریخ | رضی اللہ عنہما دائم
۱۲۹۷ھ

[1] پالی (PALI) ریاست جودھپور کا پہلے ایک قصبہ تھا۔ مگر اب ضلع بن گیا ہے یہ ایک صنعتی شہر ہے، مسلمانوں کی بستی ہے۔ یہاں کپڑے کے کئی کارخانے ہیں، ایک بڑا مسافر خانہ بھی ہے، پالی ریلوے پر واقع ہے۔

مثنوی فروغ کے مصنف | مولانا عبدالکریم فروغ دیوبند کے رہنے والے تھے، ان کے والد کا نام مولوی عبدالرحیم تھا، دیوبند کے قریب جانب جنوب تین میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا قصبہ انبیا واقع ہے، یہاں صدیقی شیوخ کا ایک معزز خاندان بارہویں صدی ہجری کے اواخر سے آباد ہے مولوی عبدالرحیم اسی انبیا کے رہنے والے بزرگ تھے انکے دو فرزند تھے مولانا عبدالکریم فروغ اور مولوی فضل عظیم ان دونوں حضرات نے دیوبند کے محلہ دیوان میں سکونت اختیار کر لی تھی مولوی عبدالکریم فروغ نے ۱۲۹۶ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی دارالعلوم دیوبند میں داخلے کے لئے اپنے نفس کو اس طرح متوجہ کیا ہے ؎

مدرسہ میں علم دین تحصیل کر | خدمت حضرت میں رہ شام و سحر
دیکھ مجمع ہے وہاں کیا عجیب | جمع ہیں واں کیسے کیسے خوش نصیب
عمر کو تو ان کی صحبت میں گذار | تو بھی تا بن جائے کامل دیندار

دارالعلوم سے فراغت کے بعد مولانا عبدالکریم فروغ جودھپور چلے گئے اور وہاں ریاست میں ملازم ہو گئے ریاست جودھپور میں ان کا قیام قصبہ پالی میں رہا اور وہیں رہتے ہوئے انہوں نے مثنوی فروغ لکھی، خود ان کا بیان ہے ؎

میں نے یہ پالی میں لکھ کر مثنوی | شوق دل سے آرزوئے طبع کی

دوسری جگہ کہتے ہیں۔

مشتعل ہے آتش شوق اس قدر | دل پھنکا جاتا ہے جس سے اور جگر
مثل طائر ہوں میں اور پالی قفس | اڑ کر جاؤں پر نہیں کچھ اپنا بس
بخت بد نے کر دیا ایسا تباہ | ہو گیا ہے تیغ مجھے برسوں کی راہ

مولانا عبدالکریم فروغ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند کے حقیقی نانا تھے، وہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی سے بیعت تھے، خود لکھتے ہیں ؎

تھا عجب کچھ ذکر وہ لذت فزا　　　پیر و مرشد مولوی یعقوب کا

افسوس ہے کہ مثنوی فروغ کے علاوہ ان کا دوسرا کلام دستیاب نہیں ہے، مولانا عبدالکریم فروغ کے انتقال کی تاریخ معلوم نہیں ہوسکی۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ان کی عمر زیادہ نہیں ہوئی ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کے لگ بھگ انہوں نے متھرا میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں۔

تاریخی واقعات کو نظم کا جامہ پہنانا آسان نہیں ہے۔ مثنوی فروغ کا ہر شعر رواں دواں ہے، جس سے فروغ کے قادر الکلام ہونے کا ثبوت ملتا ہے، ان کے کلام میں شگفتگی، روانی، بے ساختگی، پختگی اور قوت بیان پائی جاتی ہے۔ قوافی میں آمد اور برجستگی ہے، مثنوی مصنف کے اکابر دارالعلوم کے ساتھ والہانہ عقیدت و تعلق کی آئینہ دار ہے۔

مثنوی کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ اس میں کوئی داستان نظم کی جائے، حمد، مناجات، نعت، منقبت، مدح اور وجہ تصنیف وغیرہ مضامین مثنوی کے ضروری اجزاء ہوتے ہیں، اس کے علاوہ مثنوی میں رزم، بزم، تصوف و اخلاق وغیرہ مضامین بھی بیان کئے جاسکتے ہیں، مثنوی کے لئے پوری نظم کا ایک ہی بحر میں ہونا ضروری ہے، مثنوی فروغ میں یہ سب اجزاء موجود ہیں، واقعہ نگاری میں پوری روانی اور تسلسل ہے۔

پیر و مرشد سے والہانہ تعلق انہیں اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی (اولین صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند) سے بڑا عقیدت مندانہ اور والہانہ تعلق تھا، جس کا اندازہ ان کے مندرجہ ذیل اشعار سے ہوتا ہے ؎

مجھ کو بھی شوق زیارت آپ کا　　　دل ہی دل میں ہے بہت تڑپا رہا
اب مجھے آفاق میں کوئی بشر　　　آپ سے ہرگز نہیں محبوب تر

ہے یہی حسرت کہ خدمت میں رہوں — رات دن بس آپ کو دیکھا کروں
حاضرِ خدمت رہوں شام و سحر — بہرِ خدمت باندھ لوں اپنی کمر
کفش برداری میسر ہو مجھے — اے خوشا قسمت زہے طالع مرے
سامنے وہ شکل نورانی رہے — پھر نہ کچھ فکر و پریشانی رہے
اے خوشا طالع زہے اُن کے نصیب — آپ سے جو رہتے ہیں ہردم قریب
ہے میسر رات دن قرب آپ سے — لوٹتے ہیں دین ایماں کے مزے
پھر لگی ہونے طبیعت بے قرار — حد سے بڑھ جانے لگا پھر اضطرار
مشتعل ہے آتشِ شوق اس قدر — دل بھُنا جاتا ہے جس سے اور جگر
دیکھئے کب ہو طبیعت کو قرار — مطمئن کب ہو دلِ امیدوار
کیسا اطمینان اور کیسا قرار! — چاہتا ہوں میں تو اُس محفل میں بار
حاضرِ خدمت ہوں جا کر دیوبند — مضطرب چاہے رہوں یاں سے دو چند
اے اثر بخشِ دعائے درمند — مجھ کو بھی جلدی سے پہونچا دیوبند
کیونکہ یہ میرا دلِ پُر اضطراب — ہو رہا ہے اب بہت بے صبر و تاب
پھر مجھے وہ شکلِ نورانی دکھا — پھر وہی دیدار ہو صبح و مسا
جان و دل اُن پر فدا کرتا رہوں — دل سے اُن کا اقتدا کرتا رہوں
سب تو دیکھیں وہ رُخِ فرحت نمط — میں رہوں حسرت ہی حسرت میں فقط
مجھ کو ہو وے رنج اوروں کو سُرور — رات دن وہ پاس ہو وے اور میں دور

دارالعلوم دیوبند | دارالعلوم دیوبند کے حالات اور اس کے فیوض و برکات کے سلسلے میں لکھا ہے —

ہے وہاں ایک مدرسہ اسلام کا — جس نے دی آئینۂ دیں کو جلا
ہند میں یوں اس کی عزّ و جاہ ہے — جس طرح دنیا میں بیت اللہ ہے
واقعی دیں کو دیا پھر رنگ کو — جہل کی رسمیں گئیں سب محو ہو

ہاتھ سے بھی جو نہ چھوتے تھے کتاب
بن گئے ہیں اب وہ فاضل لاجواب

اب وہ ہیں صہبائے علمیت میں چور
سر سے پا تک ہے برستا اُن پہ نور

نام سے جو علم کے بے علم تھے
اب وہی حفاظ و علامہ ہوئے

غیر ملکوں کے بھی صدہا آدمی
بن گئے یاں آکے عالم متقی

علم کا خانہ بجا نہ شور ہے
ہر طرف کو دینِ حق کا زور ہے

مشک اذفر ہیں وہیں کی باصفا
ہند کل جس سے معطر ہو گیا

مدرسے سے فیض پہونچا جس قدر
اہلِ ہند اس سے نہیں ہیں بے خبر

بلکہ اس کی ہی بدولت اور جا
مدرسوں کی پڑ گئی اکثر بنا

وجہ سے اس مدرسے کے دُور دُور
آفتابِ دین کا پہونچا ہے نور

بہرِ تعلیم ایک مکانِ پر فضا
فضل سے مولیٰ کے ایسا بن گیا

دیکھنے سے جس کے ہو دل کو سرور
اس نمونہ کا نہ نکلے دور دور

چار جانب ہیں مکاناتِ رفیع
دل کش و بارونق و خوب و وسیع

بیچ میں ہے ایک بارونق چمن
بہجت افزا و سرور رودح و تن

دارالعلوم دیوبند کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے

درسگاہوں کو جو جا کر دیکھئے
جی نہ چاہے واں سے اُٹھنے کیلئے

جب مدرس بیٹھ کر کے اپنی جا
درس دیتے ہیں علومِ دین کا

سن کے تفسیر اور حدیثوں کے سبق
آنے لگتی ہے نظر اک شانِ حق

لذتوں سے اس قدر جاتا ہے بھر
قلب میں رہتی نہیں فکر و گر

اُس مزے کو جانتا ہے میرا جی
ہے طبیعت میں مرے اب تک وہی

طبع کو یاد آتے ہیں وہ ہی مزے
تلملاتی ہے اور نہیں کے واسطے
ان مزوں کا ذکر جو اب آگیا
زخم پر گویا نمک چھڑکا گیا

طالبانِ دین کا ہے ایسا ہجوم — ہر مکاں میں رہتے ہیں اہلِ علوم
شہر میں ایسی نہیں ہے کوئی جا — جس جگہ ان کا نہ ہو بستر جما
ان کے رہنے سے ہے برکت کا ظہور — بن گیا ہے ہر مکاں دارالسرور
ہیں تہِ دل سے سب اہلِ دیوبند — مستعد خدمت کو مثلِ دردمند
رہتے ہیں ان کے لئے سب غمگسار — ان کی حاجت میں شریکِ کاروبار
اور بھی گو مدرسے اسلام کے — مختلف شہروں میں ہیں قائم ہوئے
ہے مگر جو بات اس میں وہ کہاں — غور کی عالی ہے نہایت سے شان
خوبیٔ تعلیم کے شائق ہیں جو — واں سے آتے ہیں یہاں تعلیم کو
مدرسے تھے دیکھے اُن شہروں میں سب — ہو گئے قائم فقط اس کے سبب
وہ ہیں حُجرات اور یہ بیت عظیم — وہ فروعات اور یہ ہے اصل اے ندیم
نسبت اب اس مدرسے سے ان کو کیا — فرق اس میں، اُن میں ہے بے انتہا
فرق ہے تقلید اور ایجاد میں — فرق ہے شاگرد اور استاد میں
مٹ گئیں سب جہل و بدعت کی رسوم — دیوبند اب ہو گیا دارالعلوم
جمع ہوں کیونکر نہ واں سب خوبیاں — عالمانِ دین کا مجمع ہے وہاں
کیوں نہ ہو رونق کہ ہے شام و سحر — رونقِ اسلام ہر سو جلوہ گر
سب وہاں رہتے ہیں دن میں رات میں — مسجدوں میں ذکر میں طاعات میں
سامنے رہتی ہیں سب کے روز و شب — فقہ تفسیر اور حدیثوں کی کتب
ترمذی کا درس ہوتا ہے کہیں — ہے کوئی مشکوٰۃ سے نعم القریں
اور کوئی شائق جھکائے اپنا فرق — طالبِ تفسیرِ قرآں میں ہے غرق
ہو کے محنت سے کوئی مغلوبِ خواب — سو گیا، لیکن ہے سینے پر کتاب
ہے کوئی مصروفِ قرآن و نماز — ذکر میں ہے کوئی با سوز و گداز

اور لگاتا ہے کوئی ہر صبح و شام — ضربِ اِلّا اللہ کی دل پہ مدام
اور خلوصِ دل سے کوئی متقی — کر رہا حجرے میں ہے ذکرِ خفی
ہے جماعت صالحوں کی جمع واں — ہو سکیں اوصاف کب اُن کے بیاں
وہ ترقی مدرسے کو حق نے دی — جس سے ہمسر ہو نہیں سکتا کوئی
فیضیاب اُس سے ہیں اہلِ ہند سب — یہ بھی اک دیوبند پہ ہے انعامِ رب
جانتا تھا کب کوئی دیوبند کا نام — ہو گیا مشہور اب تا روم و شام
ہر طرف سے طالبانِ دینِ حق — پڑھتے ہیں دیوبند میں آکر سبق
بے تکلف عیش اور آرام سے — ہوتے ہیں سب مستفیض اسلام سے
ملتی ہے ہر چیز اُن کو بے طلب — پورے ہوتے ہیں حوائج اُن کے سب

معاونینِ دارالعلوم دیوبند کے فیاضانہ طرزِ عمل کی نسبت لکھتے ہیں :-

کی مسلمانوں نے ہمت ہے بہت — دین سے ہے اُن کو الفت ہی بہت
متقی ہیں جملہ اہلِ دیوبند — کاملُ الاسلام اور اقبال مند
علم کی اور عالمانِ دین کی — عظمت ان کی جان و دل میں ہے بسی
دیں انہوں نے ہمتیں اپنی لگا — حامیٔ ہمت نہ ہو کیوں کر خدا
ہیں مسلماں گرچہ مفلس اور غریب — ہمتیں ان کو خدا نے دیں عجیب
ان کو میں اس کے سوا کہتا نہیں — آفریں، صد آفریں، صد آفریں
کیوں نہ ہو یہ ہے اثر اسلام کا — زور ہے ان میں خدا کے نام کا
کر گذرتے ہیں امورات عجیب — ان سے صادر ہوتے ہیں فعلِ غریب
اُن کی یہ حقانیت کی ہے دلیل — ہے طرفدار ان کا خود ربِّ جلیل
کہتے ہیں عاجز اگرچہ آپ کو — بادشاہوں سے نہ ہو جو ان سے ہو
جامع مسجد بھی دی ایسی بنا — جو نہایت ہے وسیع و دل کشا

اور عمارت ایسی عالیشان ہے — جس سے عقلِ منکراں حیران ہے
ہے یہ سب فیض محمد مصطفےٰ — ان کی اُمّت کو کیا حق نے عطا
شرق سے تا غرب یہ دینِ نبی — کس طرح پھیلا ہے دیکھو تو سہی
ہے مسلمانوں کو امدادِ خدا — کام لیتا ہے یہ ان سے کبریا
یہ کرامت ہے اگر سچ پوچھئے — یہ ہدایت ہے اگر سچ پوچھئے
ہے غریبوں کو یہ تائیدِ خدا — مفلسوں سے ورنہ ہو سکتا ہے کیا

حضرت نانوتوی کی منقبت ان الفاظ میں کی ہے :-

حضرت مولانا محمد قاسم قدس سرہٗ

پہلے حضرت مولوی صاحب جو تھے — فیض سب کو ان سے کیا کیا کچھ ہوئے
کر گئے وہ اس جہاں سے انتقال — زندہ ہے آفاق میں ان کا کمال
میں کروں تعریف ان کی جس قدر — مرتبہ ہے ان کا اُس سے فوق تر
سجع کی کیا خوب ہے ان کی نشست — بر لبِ کوثر محمد قاسم است
مدرسے پر ایک توجہ خاص تھی — علم پھیلے تھا یہ منشائے دلی
بس ہوا جو کچھ کہ چاہا تھا وہی — آرزو پوری خدا نے اُن کی کی

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی نسبت لکھا ہے :-

سرپرست اس مدرسے کے اے فروغ — وہ ہیں جن کو دینِ حق میں ہے فروغ
مفتیٔ برحق، محدث مستند — عارف و مقبولِ درگاہِ صمد
بہرِ اصلاح و برائے انتظام — مدرسے میں آتے رہتے ہیں مدام
مدرسے کے جس قدر ہیں کاروبار — رائے پر ان کے ہے کل دار و مدار
دین میں رکھتے ہیں ایسا مرتبا — ہے میسر ان کو وصلِ مصطفےٰ
آج وہ مسند نشینِ ملکِ دیں — ہم صفت اپنا کوئی رکھتے نہیں

عالم و فاضل فقیہ بے بدل — صوفیٔ یکتا محدث با عمل

طالب علم احادیث رسول — آپ سے کرتے ہیں یہ دولت حصول

وعظ گر سنئے کسی دن آپ کا — جان و دل کو اوس میں آتا ہے مزا

روح ہو جاتی ہے سن کر بیقرار — دل تڑپنے لگتا ہے سیماب وار

وعظ جس نے سن لیا اک مرتبا — مدتوں دل میں رہا اس کا مزا

کرتے ہیں دائم علاج جسم و روح — ظاہر و باطن کی کھوتے ہیں قبوح

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ مولانا فروغؒ نے اپنے مرشد حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی منقبت بڑی تفصیل سے بیان کی ہے۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیے:—

اُن میں ہیں وہ مولویؒ بے نظیر — پیر برحق مرشد روشن ضمیر

مولوی یعقوب فخر اولیار — عارف حق جانشین مصطفےٰ

رونق دیں، چشمۂ دین و عمل — بے نظیر و بے عدیل و بے بدل

متقی و صاحب قلب سلیم — کان علم و معدن خلق عظیم

شیخ و عالم مقتدا و پیشوا — روز و شب معروف طاعات خدا

نام وہ جب لیتے ہیں اللہ کا — دل کو آتا ہے عجب اس میں مزا

پڑھتا ہے جو آپ کے پیچھے نماز — دل ہے اس کا باخشوع و با نیاز

ایسے تبلاتے ہیں اوراد خفی — جن سے ہو دم میں صفائی قلب کی

ہے طریقہ اون کا ارشاد ہدیٰ — داخل عادات ہے یاد خدا

قلب اُن کا ہے پُر از انوار غیب — منکشف سینے میں ہیں اسرار غیب

اتباع سنت و اعمال و علم — اتقا و طاعت و اخلاق و حلم

وہ جو فرماتے ہیں ختم المرسلین — ہیں یہ مثل انبیائے سابقین

آپ ... ہیں دیوبند کو وجہ افتخار   مدرسے کو باعث عز و وقار
آپ ہی ہیں افتخارِ مدرسہ   آپ ہی پر ہے مدارِ مدرسہ
جملہ اہلِ شہر و اہلِ مدرسہ   آپ کا کرتے ہیں دل سے اقتدا

حاجی محمد عابد دیوبندیؒ حضرت حاجی محمد عابد دیوبندیؒ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مہتمم تھے، بڑے متقی پرہیزگار اور صاحب اثر بزرگ تھے، دارالعلوم کے لئے عوامی چندے کی فراہمی کے طریقے کے آپ ہی موجد تھے۔

اور حضرت معدنِ لطف و کرم   متقی و حاجیٔ بیت الحرم
ہے محمد اور عابد جن کا نام   حق نے ان پر کی ہر اک خوبی تمام
کی انہوں نے ہے ریاضت اس قدر   جس سے عاجز رہتے ہیں اکثر بشر
اس قدر طاعاتِ حق لائے بجا   نفس اون کا حکم میں اُن کے ہوا
ہیں بہت پاکیزہ خصلت نیک خُو   رات دن رہتے ہیں محوِ ذکرِ ھو
یادِ حق میں قلب ہے اُن کا گرو   مہتمم ہیں جامع مسجد کے وہ
مدرسے میں دل سے وہ عالی مقام   رہتے ہیں دائم شریکِ انتظام
ان کی برکت سے یہ مسجد، مدرسہ   ہے ترقی روز افزوں پر سدا
ہمتِ باطن کا ہے اون کے اثر   جس سے دیوبند میں ہوئی یہ کر و فر
اجر اُن کو ان کی نیت کا ملے   حق انہیں اس کی جزائے خیر دے
یہ ترقی دین کی اون سے ہوئی   ایسی ہمت کر سکے گا کب کوئی

مولانا رفیع الدینؒ دارالعلوم کے دوسرے مہتمم تھے۔ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی سے مجازِ بیعت تھے۔ اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے مرشد تھے، حضرت مفتی صاحب اسی سلسلے میں بیعت کرتے تھے۔ دارالعلوم نے اُن کے زمانۂ اہتمام میں بڑی ترقی کی۔

مہتمم بھی اوس کے ہیں خوش انتظام
مولوی صاحب رفیع الدین نام
صاحب عقل و تدابیر متین
خیر خواہِ دینِ ختم المرسلین
فرضِ منصب کو ادا کرتے ہیں وہ
سعی ان کی حشر میں مشکور ہو

حضرت مولانا سید احمد دہلوی رح	دارالعلوم دیوبند کے اولین اساتذہ میں تھے۔ ریاضی میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اور آخر میں دارالعلوم

دیوبند کے شیخ الحدیث بھی رہے۔

فاضل و علامہ استادِ ذکی
مولوی سید احمد دہلوی
حفظ ہے گویا کہ ان کو ہر کتاب
ہیں وہ ہر اک علم وفن میں لاجواب
خلق کیا اللہ نے ان کو دیا
حلم کیا کچھ ان کو فرمایا عطا
پارساؤ تابعِ شرعِ نبی
صاحبِ اسلام کامل متقی
اس قدر ہے ان کے دل میں عاجزی
گاہ مسجد میں امامت تک نہ کی
اور سب کے پیچھے از راہِ نیاز
پڑھتے ہیں وہ صاحبِ باطن نماز
یعنی شایانِ امامت آپ کو
جانتے ہرگز نہیں وہ نیک خو
سامنے ان کے مصلے پر عوام
بنتے ہیں مجبور ہو کر کے امام
ختم کی ہے حق نے ان پر سادگی
کیوں نہ ہوں یہ لوگ اے دل جنتی

کیوں نہ ان لوگوں کی ہو دنیا میں دھوم
حق نے گردانا انہیں اہلِ علوم

غرض کہ مثنوی فروغ دارالعلوم دیوبند کا ایک قیمتی اور نایاب سرمایہ ہے، اس کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ اس گراں قدر تاریخی اور ادبی سرمائے کی مناسب طور پر حفاظت کی جائے۔